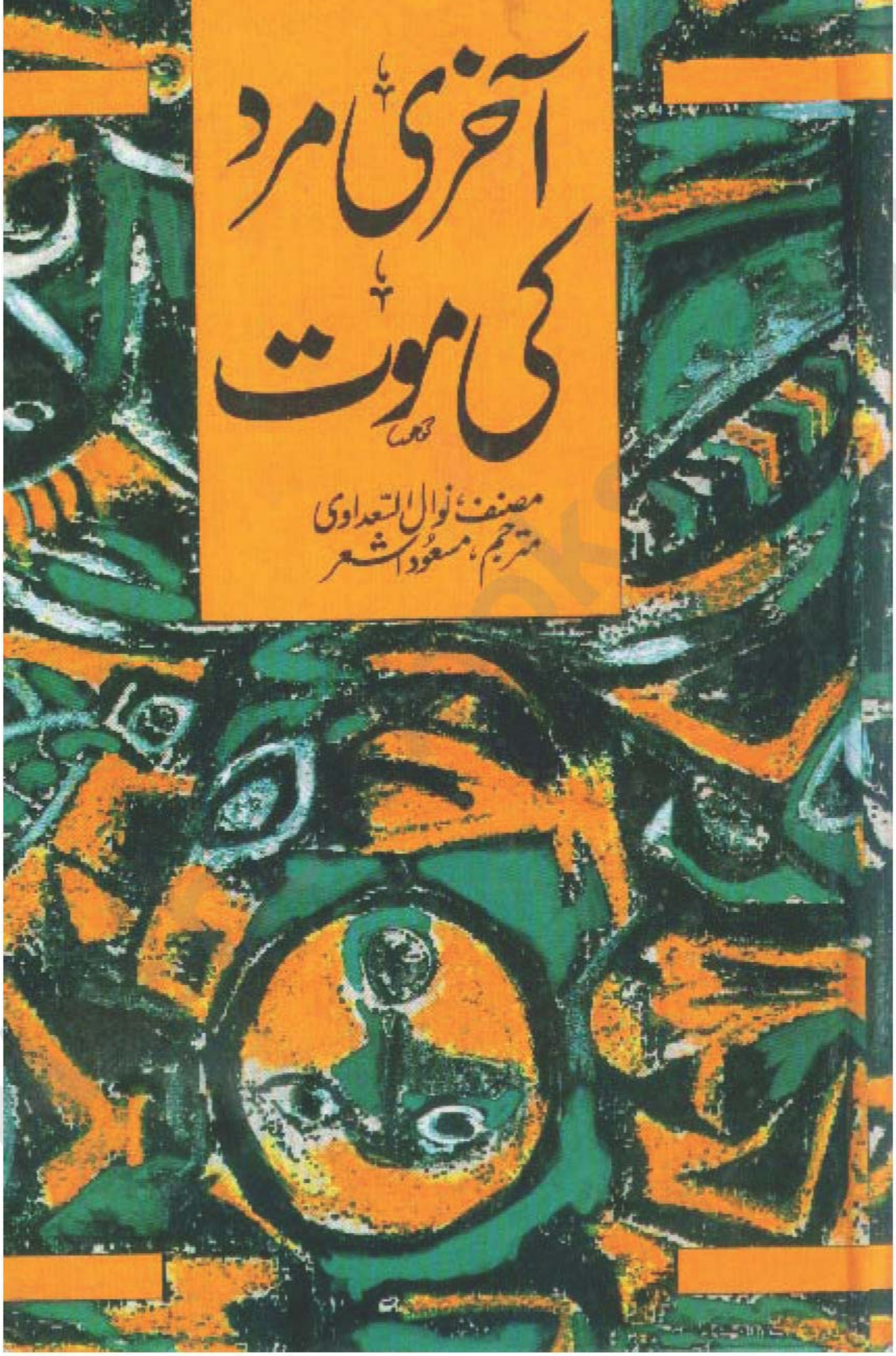
آخری مرد
کی موت
مصنف، نوال السعداوی
مترجم، مسعود اشعر

(ناول)

# آخری مرد کی موت

اور

بارہ افسانے

مصنف: نوال السعداوی

مترجم: مسعود اشعر

مشعل

آر۔بی 5، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس

عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600، پاکستان

MashalBooks.com

MashalBooks.com

# فہرست


| | |
|---|---|
| دیباچہ | 8 |
| آخری مرد کی موت | 12 |
| افسانے | 146 |
| ایک سابق وزیر کی موت | 148 |
| جنت میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں | 162 |
| بند کمرے میں | 169 |
| مرد | 185 |
| وہ خچر نہیں تھا | 194 |
| سب سے بڑا جرم | 203 |
| اسے کسی نے بتایا ہی نہیں | 214 |
| ''بیوٹی فل'' | 219 |
| ایک آرٹسٹ دوست کے نام ذاتی خط | 226 |
| دو سہیلیاں | 236 |
| تصویر | 243 |
| مضمون | 249 |


MashalBooks.com

# تعویذ گنڈوں میں لپٹی مسلمان عورت کی کہانی

کشور ناہید

اسرائیل میں زنا بالجبر کو کنٹرول کرنے کے لئے جب عورتوں پر پابندیاں لگائی گئیں تو گولڈا میئر نے کہا تھا کہ عورتیں تو مردوں پر وحشیانہ طور پر حملہ آور نہیں ہوتی ہیں۔ یہ تو مرد ہوتے ہیں۔ پابندیاں لگانی ہیں تو مردوں پر لگائی جائیں۔

مگر ابھی تک تاریخ اور تہذیب نے کوئی ایسا معاشرہ نہیں دیکھا جس میں اخلاقی پابندیوں کی زنجیر، مرد کے پیر میں بھی ڈالی گئی ہو! اس پر مستزاد یہ کہ ہر مذہب کے پاسداروں نے تمام تر پابندیاں عورت کے لئے مخصوص کیں اور ان پر عملدرآمد کو ہی معاشرے کے لئے جز ولازم قرار دیا۔

ساری دنیا کے معاشروں کے سارے پڑھے لکھے لوگوں نے بھی ان روایات کو ہی تہذیب کے نام پر مستحکم کیا۔ جس عورت نے بھی ان روایتوں کو چیلنج کیا، اس کو انسانی شرف تک سے محروم کرنے کی سعی کی گئی، اور جہاں کسی مرد نے تحریر یا تحریک کے ذریعہ، غلامانہ ذہنیت کی اس معاشرت کو للکارا، اسے بھی مزاحمت کی دہلیز پر پسپا ہونا پڑا۔

اس غیر مساوی اور غیر منطقی اور غیر انسانی معاشرے نے دنیا کو کیا دیا؟ پیچھے پلٹ کر دیکھیں تو یہ قبیلوں اور ملکوں کی جنگیں ہی تھیں جو کبھی تاتاری بنے اور کبھی بوسنیائی۔

یا پھر مہلک ہتھیاروں کے لئے جنونی دوڑ جو چرنوبل بن کر، خود اپنی ہی ہلاکت کا سبب بنی۔

MashalBooks.com

یا زر کے حصول کے لئے مافیا کی شکل میں سیاست سے معیشت تک پر قابو پانے کی غرض سے عدالتوں' اسمبلیوں اور ووٹ کی پرچیوں تک پر قبضہ...... پھر ہیروئن اور ایڈز کی دلدل۔

انسانی وجود کی اس دلدل کا متحرک کردار' صرف مرد تھا۔ عورت کو تو قلوپطرہ اور نور جہاں کی شکل میں بھی استعمال کیا گیا۔

قبیلوں کی لڑائی میں صلح کے حربے کے لئے عورت کو ہی سر اور پیر سے ننگا کر کے آج بھی بلوچستان میں بگٹی سرداروں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ وزیروں اور اعلیٰ حکام کے سامنے بدن برہنہ کم سن آج بھی پیش کی جاتی ہیں کہ مردانگی کے رعب کی چادر تنی رہے۔

ہر ظلم اور ہر تیر ایک حد کو چھو کر اپنا اثر چھوڑنے لگتا ہے۔ آج جب الجزائر' مصر اور ترکی نے بنیاد پرستوں پر پابندی لگائی ہے اور حجاب کے استعمال کو ممنوع قرار دیا ہے تو مجھے آج سے 20 سال پہلے کا مصر یاد آ رہا ہے جب نوال السعداوی کی تحریروں پر پابندی لگی تھی اور انھیں جیل میں ڈالا گیا تھا اور ان کی کتابیں ممنوع قرار دی گئی تھیں۔

مردوں کی ممنوع کی جانے والی کتابوں کے موضوع سے تعارف تو بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ ممنوعہ کتابیں چاہے لارنس کی ہوں یا منٹو کی۔ ان میں عورت کے جسم اور اس کے ساتھ ہونے والے سلوک اور مرد کا اخلاقی دیوالیہ پن حکومتوں سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔ لکھنے والی عورت کی کتابیں ممنوعہ ہونے کے لئے الگ منطق وضع کی جاتی ہے کہ اس کے پڑھنے سے ہماری مہذب مشرقی لڑکیاں خراب ہو جاتی ہیں' ہمارے معاشرے میں بے حیائی آ جاتی ہے۔

ڈاکٹر نوال السعداوی نے کیا لکھا تھا' جس سے مصر میں بے حیائی پھیلی؟ نوال ایک گائناکولوجسٹ ہیں۔ انہوں نے کم سن بچیوں کی Circumcision کے باعث' بچیوں کی اموات اور خرابیوں سے متعلق Case histories لکھیں۔ انہوں نے عورت کے ساتھ شادی کے نام پر غیر انسانی رشتے کی تہوں کو بے نقاب کیا اور جب یہ لکھ دیا کہ جس مرد نے اس بیوی سے سات بچے پیدا کئے جس کے بدن اور ہاتھوں کو لمس سے آشنا تک نہیں کیا بلکہ زمین پر دھکا دے کر اپنے غرور کی پیاس بجھائی۔ تو نوال کو گردن زدنی قرار دے دیا گیا۔

MashalBooks.com

ڈاکٹر نوال السعداوی سے میری ملاقات 1985ء میں نیروبی میں ہوئی تھی۔ سفید بالوں والی خاتون جن کے ساتھ گفتگو کرنے اور جن سے ملاقات کرنے کے لئے عورتوں کا ایک ہجوم ہر وقت موجود رہتا تھا۔ کمال بات یہ ہے کہ ایسی کانفرنس میں بیٹی فریڈن بھی موجود تھیں۔ وہ درخت کے نیچے اپنا الگ حلقہ بنائے بیٹھی رہتی تھیں۔ لوگ ان سے ملنے جاتے تھے۔ مگر نوال تو پیچ کانفرنس ہر سیشن میں اپنی آواز اور نقطہ نظر کی گونج کے ساتھ موجود ہوتی تھیں۔

جب میں نے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں پاکستان سے ہوں تو اسلام کے نام پر پاکستانی عورتوں کے ساتھ ہونے والی ساری زیادتیوں کی کہانی انہوں نے خوب تفصیل سے سنی۔ میری نظموں کے تراجم مانگے اور فلسطینی عورتوں کے خصوصی سیشن میں شمولیت کے لئے مجھے خاص طور سے دعوت دی۔ اس دن سے آج تک میرا اور نوال السعداوی کا قلمی رشتہ قائم ہے۔

نوال السعداوی کی زیرِ نظر کہانیاں اور ناولٹ، اردو زبان اور مشرقی تہذیب کی جیتی جاگتی کہانیاں ہیں۔ ہمارے ملک کے دیہی عوام سے لیکر امریکہ پلٹ لیڈران تک کالے علم، تعویذ گنڈوں اور مزاروں پر چادریں چڑھانے کو اپنے یقین اور اعتقاد کا حصہ مانتے ہیں۔

ہمارے یہاں بھی ہر وہ بچہ حرامی کہلاتا ہے جس کا باپ اپنا نام ظاہر کرنے سے بھاگ جائے۔ ماں اور بچہ دونوں کو سنگسار کر کے، جنت کمانے کے شوقین، ہر طرف نظر آتے ہیں۔

ہمارے دیہات میں بھی پولیس والا اور امام مسجد ہی ہر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دینے کی قوت رکھتے ہیں۔ ہمارے ملک کے اخبار بھی ڈاکٹر نوال السعداوی کے کہنے کے مطابق ''جھوٹ لکھتے اور جھوٹ چھاپتے ہیں اسی لئے وہ باورچی خانے کے شیلف پر بچھانے کے کام آتے ہیں''۔

ہمارے یہاں کے وزیر، سابق ہونے کے لمحہ بھر بعد ہی مضطرب رہتے ہیں اس گھڑی کے لئے جب ایک بار پھر ٹیلی فون پر کوئی کہے ''وزیر محترم......''

مسلم تہذیبی معاشروں میں جہاں عورت مرد کے رشتے کی کوئی اکائی نہیں بنتی۔ وہاں عورت کی دوسری عورتوں کے ساتھ مفاہمانہ اور محبت کے رشتے کی اساس بھی نظر نہیں

آتی ہے۔ اسی لئے بیشتر خودنوشتوں میں آپ کو ملے گا کہ بچیوں کو مائیں بھی بدن میں تبدیلی کے عمل سے شناسا کرنے اور سمجھانے سے گریز کرتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں جب وقت پڑے گا تو خود ہی سمجھ جائے گی اور یوں نفسیاتی الجھنوں کے علاوہ، عورت کا اپنے بدن اور اپنے وجود کو ناپسند کرنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے جو زندگی بھر عمر کے مختلف مرحلوں میں نت نئی شکل اختیار کرتا رہتا ہے۔

یہ سارے حوالے، ڈاکٹر نوال السعداوی کی کہانیوں سے ماخوذ ہیں۔ ان کا کوئی ایک کردار بھی تو ہمارے لئے اجنبی نہیں کہ پوری مسلم دنیا میں مرد، حاکمیت، جبر اور قرب کا سمبل ہے۔ عورت کے لئے محاورتاً کہا جاتا ہے کہ پیروں تلے جنت ہے لیکن اس کے پیر سے جوتی نکال کر، اس کی ٹھکائی کر کے، مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جب چاہے اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا جب چاہے دوسری شادی کر لے۔

عرب عورتوں کے مسائل پر نوال السعداوی پہلی کتاب 1972ء میں شائع ہوئی تھی۔ مصری حکومت کے ہاتھوں تنگ آ کر آخر انہوں نے اپنی کتابوں کی اشاعت کا مرکز بیروت کو بنا لیا ادھر مصری حکومت نے ان کو وزارت صحت کی معتبر نوکری سے برخاست کر دیا۔

لطف اور دلچسپی کی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر نوال السعداوی کے شوہر شیرف ہتاتا...... خود ایک ڈاکٹر اور ناول نگار ہیں۔ ڈاکٹر نوال کی بیشتر کتابوں کا انگریزی ترجمہ انہوں نے ہی کیا ہے۔ اس لئے وہ تہذیبی مزاج جس نے مسلم معاشروں کو دقیانوسیت کی تہوں میں پلیٹ رکھا ہے۔ وہ اپنی مکمل جزئیات کے ساتھ ترجمے میں بھی محفوظ ہے۔

ڈاکٹر نوال السعداوی کو اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے مسعود اشعر کو ذرا بھی تو دقت نہیں ہوئی ہو گی۔ بلکہ کہیں کہیں کسک سی ہوئی ہو گی کہ اردو افسانے کے دل میں یہ واقعات ترازو ہونے سے بچ کیوں گئے۔ سبب یہ بھی ہے کہ طویل ترین مارشل لاء کے زمانوں نے ہم سب کو ذہنی طور پر بزدل بنا دیا ہے۔ سب سے زیادہ متاثر ہونے والی مخلوق عورت ہے۔ نئی کھڑکی سے جو منظر سامنے آتا ہے۔ کبھی کبھی وہی منظر نئے سفر کا سامان بنتا ہے۔ ڈاکٹر نوال السعداوی کی تحریوں کا یہ انتخاب، اردو زبان کے حجاب کو کم کرنے اور اردو لغت کو غیر متعصب کرنے کی سمت ایک مثبت رجحان بننے کے امکانات رکھتا ہے۔

**27 مئی 1993ء**

MashalBooks.com

# آخری مرد کو موت

## (1)

ابھی سورج کی نارنجی کرنوں نے درختوں کی پھننگوں کو نہیں چھوا تھا' ابھی مرغ نے بانگ نہیں دی تھی' کتے بھی نہیں بھونکے تھے اور گدھوں نے رینکنا بھی شروع نہیں کیا تھا اور ابھی نیم تاریک خاموشی میں شیخ حمزوی نے فجر کی اذان دے کر مومنین کو نماز کی طرف بھی نہیں بلایا تھا کہ لکڑی کا دروازہ ایک چرچراہٹ کے ساتھ کھلا جیسے زنگ آلود رہٹ کا پہیہ چرچراتا ہوا۔ ایک لمبا اور سیدھا تنا ہوا سایہ باہر نکلا اور دو مضبوط قدموں پر چلتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کے پیچھے ایک اور سایہ تھا۔ اس کے چار پاؤں تھے جو بوجھ تلے دبے جا رہے تھے۔ وہ کاہلی کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔

دونوں سائے تاریکی میں غائب ہو گئے پھر وہ دریا کے کنارے نمودار ہوئے۔ صبح کی زرد روشنی میں ذکیہ کا دبلا پتلا' اور خون سے خالی چہرہ سامنے آیا۔ ہونٹ اس طرح سختی سے بند تھے جیسے ان سے کبھی ایک لفظ بھی نہ نکلا ہو۔ بڑی بڑی پھٹی آنکھیں افق پر لگی تھیں جن سے غصہ اور بغاوت ٹپک رہی تھی۔ اس کے پیچھے ایک بھینس کا سر اوپر نیچے ہل رہا تھا۔ وہ بھی دبلا پتلا اور ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا لیکن اس میں بغاوت کی کوئی جھلک نہیں تھی۔ اس کی پھٹی آنکھوں میں انکساری اور نرمی تھی کہ جو کچھ بھی پیش آنا ہے پیش آ جائے۔

صبح کی روشنی دریا کی سطح پر جھلملا رہی تھی اور ایک ایک لہر نمایاں ہو رہی تھی جیسے کسی اداس بوڑھے چہرے کی جھریاں ...... نیچے گہرائی میں پانی ساکن تھا۔ اس کی روانی گزرتے لمحوں کی روانی کی طرح یا آسمان پر تیرتے بادلوں کی طرح محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

MashalBooks.com

دور تک پھیلے میدانوں میں ہوا بھی خاموش تھی۔ وہ پیڑوں کی شاخوں میں سے اتنی نرمی کے ساتھ گزر رہی تھی کہ پتے بھی نہیں ہل رہے تھے۔ لیکن وہ اپنے ساتھ دریا کے اونچے کناروں تک ریت کے نظر نہ آنے والے باریک ذرے اڑا کر لا رہی تھی اور نشیبی علاقوں میں کھڑے مٹی کے جھونپڑوں پر برسا رہی تھی۔ ان جھونپڑوں کی چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں بند تھیں اور ان کی نیچی ناہموار چھتوں پر کپاس کی سوکھی چھڑیوں کے گٹھے پڑے تھے اور بھوسے اور اپلوں کے ڈھیر لگے تھے۔ تنگ گلیوں میں کھاد کے ڈھیروں نے راستہ بند کر رکھا تھا۔ گاؤں کی اس تصویر کو وہ تالاب مکمل کرتا تھا جس کی کائی جمی ہری سطح پر ہوا کے ساتھ آنے والے یہ ذرے نظر نہ آنے والی چادر سی تان رہے تھے۔

وہ سبز اور مٹیالے کھیتوں کے درمیان جھجکتی ہوئی آگے بڑھتی ہے۔ آسمان پر اندھیری رات آہستہ آہستہ نارنجی روشنی میں تبدیل ہو رہی ہے۔ یہ روشنی دھیرے دھیرے ہلکا نارنجی رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ پھر اچانک زمین کے ایک کنارے سے سورج کی ٹکیہ نمودار ہوتی ہے جو آہستہ آہستہ آگ کا گولا بن جاتی ہے اور پھر آسمان پر چھا جاتی ہے۔ مگر قبل اس کے کہ دن کی روشنی رات کی تاریکی کو دور بھگائے ذکیہ اپنے کھیت میں پہنچ جاتی ہے۔ تالاب کے کنارے درخت کے ساتھ بھینس کو باندھتی ہے' سر سے کالی چادر اتار کر زمین پر ڈالتی ہے' آستینیں چڑھاتی ہے اور اپنے جلابیہ کا دامن کمر کے گرد لپیٹ لیتی ہے۔

اب ایک تسلسل کے ساتھ اس کے کدال کی آواز آ رہی ہے جو زمین کی کوکھ میں گڑھتا جا رہا ہے۔ اس کے بازوؤں کے پٹھے ابھر آئے ہیں' سیاہ جلابیہ کے نیچے ننگی مضبوط پنڈلیاں صبح کی روشنی میں گندم کے رنگ کی نظر آ رہی ہیں۔ اس کے چہرے کے نقوش ویسے ہی ہیں' وہی تیکھے' سخت اور دبلے پتلے مگر اب چہرہ زرد نہیں ہے۔ گرمی' دھول' مٹی اور دھوپ میں پک کر تانبے کے رنگ کا دکھائی دے رہا ہے۔ لیکن اندر جسم پیلا ہے' بالکل زرد' جو رنگ اس کے چہرے پر پہلے نظر آیا تھا۔ اس کا جسم جھک گیا ہے۔ وہ کدال چلاتے ہوئے جھکی ہوئی ہے۔ اس کی آنکھیں زمین پر نہیں لگی ہوئی ہیں۔ وہ پیروں پر بھی نہیں جمی ہوئی ہیں۔ وہ اسی طرح اوپر دیکھ رہی ہیں۔ غصے اور بغاوت کے جذبات سے مغلوب وہ اسی طرح کہیں دور دیکھ رہی ہیں۔ وہ کدال سر سے اوپر اٹھا کر زور سے زمین پر مارتی ہے تو اس سے بھی اسی غصے اور بغاوت کی آواز بلند ہوتی ہے۔

کدال کی آواز تسلسل کے ساتھ ایسے آ رہی ہے جیسے گھڑیال کی دبی ہوئی ٹن ٹن

MashalBooks.com